درسِ قرآن

محمد احمد حافظ

پکے مومن بن جایئے

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا م بَعِیْدًا(النساء:۱۳۶)

''اے ایمان والو! یقین لاؤ اللہ پر اور اس رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی ہے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی اس سے پہلے، اور جو کوئی انکار کرے اللہ کا اور اسکے ملائک کا، اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا تو بلاشبہ وہ بہک کر دور (کی گمراہی میں) جا پڑا۔''

معانی الفاظ:

اٰمَنُوْا...... وہ ایمان لائے۔اٰمِنُوْا......تم ایمان لاؤ۔اَلْکِتَاب......وہ خاص صحیفہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا۔ضَلَّ......وہ گمراہ ہوا۔ضلٰلاً گمراہی، بھٹکنا، گم ہو جانا۔

معارف وتفسیر:

پیش نظر آیت میں اہل ایمان کو اپنے ایمان میں پختگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ان باتوں کا ذکر ہے جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔آیت کے دوسرے حصے میں ذکر کیا گیا ہے کہ اِن باتوں کا انکار گمراہی اور کفر ہے۔آگے چلنے سے پہلے معلوم کرنا ضروری ہے کہ ایمان کیا ہے؟

ایمان کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ:

ایمان مصدر ہے اور اس کا مادہ ''ا،م،ن'' ہے۔اس کے دو معنیٰ آئے ہیں، ایک امانت جو خیانت کی ضد ہے، دوسرے تصدیق جس کی ضد تکذیب ہے، اسی مادہ سے ایک معنیٰ ''امان'' بھی ہے جس کی ضد خوف ہے۔اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہاں ایمان تصدیق کے معنیٰ میں ہے اور یہ معنیٰ ''امان'' کی طرف راجع ہے اس لیے کہ صاحبِ ایمان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام:۸۳)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں کسی قسم کے ظلم کو ملوث نہیں کیا، انہی لوگوں کے واسطے جائے پناہ ہے اور وہی سیدھی راہ پر ہیں۔''

معلوم ہوا کہ کوئی شخص جب کفر و انکار کی راہوں کو چھوڑ کر شاہراہِ ایمان کا سفر اختیار کرتا ہے تو اس کی جان و مال اور عزت و آبرو اسی طرح محفوظ ہو جاتی ہے جس طرح دیگر اہل ایمان ایک دوسرے سے امن و سلامتی میں ہوتے ہیں۔اس

کے مخالف معنیٰ مراد لیے جائیں تو مطلب ہوگا کہ اگر کوئی کافر مسلمانوں کا معاہد نہ ہوتو اس کی جان ومال کی ضمانت نہیں۔

ایمان کے اصطلاحی معنیٰ اہل علم نے متعدد بیان فرمائے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ موجباتِ ایمان کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنا۔ آیت ذیل میں موجبات ایمان کا بیان بھی ہوا ہے......اور وہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) اللہ کی کتابوں پر ایمان (۳) اللہ کے فرشتوں پر ایمان (۴) اللہ کے رسولوں پر ایمان (۵) آخرت کے دن پر ایمان (۶) خیر وشر کی تقدیر پر ایمان

قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی مبارک احادیث میں ایمان کے نتائج یا یوں کہہ لیں ایمان کے ثمرات بھی بیان ہوئے ہیں۔ یعنی وہ صفات واعمال جو ایک صاحبِ ایمان کی پہچان ہوتے ہیں۔ مثلاً اطاعتِ الٰہی، اتباعِ رسول، استقامت فی الدین، اخلاص، احسان، امانت، والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک، توحید، تقویٰ، دعوت الی اللہ، سچائی، عبادت، اطاعت اور یقین ہیں......جبکہ ایمان کی ضد کفر، شرک، الحاد، ضلال، عصیان، اعراض، زندقہ، نفاق، فسق وفجور، ریاء اور ارتداد ہیں۔

ایمان کے شعبے اور اس کی شاخیں:

اہل ایمان کو یہ جاننا ضروری ہے کہ ایمان اور اخلاق واعمال میں گہرا تعلق ہے۔ ایمان جڑ ہے اور اعمال واخلاق اس سے پھوٹنے والی شاخیں اور پھل پھول ہیں، ایمان بنیاد ہے اور اخلاق واعمال اس بنیاد پر اٹھائی جانے والی خوب صورت عمارتیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایمان کے ستر شعبے ہیں، سب سے افضل کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا ہے۔'' ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: ''ایمان کے ستر شعبے ہیں اور ''حیاء'' ایمان کا شعبہ ہے......'' ایمان کے شعبوں سے مراد وہ تمام اعمال واخلاق اور ظاہری وباطنی احوال ہیں جو کسی دل میں ایمان آجانے کے بعد اس کے نتیجہ اور ثمرہ کے طور پر اس میں پیدا ہونے چاہئیں۔ جیسے کسی سرسبز وشاداب درخت میں سے برگ و بار نکلتے ہیں اس طرح گویا تمام اعمال خیر واخلاقِ حسنہ ایمان کے شعبے ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے درجے مختلف ہیں۔

ایمان کے تکمیلی عناصر:

زیر درس آیت میں جو فرمایا گیا **یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ آاٰمِنُوْا** ......کہ اے ایمان والو! یقین لاؤ......یعنی تکمیل ایمان کرو......تو اس تکمیل ایمان کے بعض اہم موجبات تو قرآن مجید میں بھی بیان ہوگئے البتہ حدیث رسول کی طرف رجوع کرنے سے بھی تکمیل ایمان کے بہت سے عناصر کی نشان دہی ہوتی ہے......مثلاً ایک حدیث میں ہے:

> ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو اپنے ماں باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ میری محبت نہ ہو'' ......ایک دوسری حدیث میں ہے:...... ''تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی ہوائے نفس میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہوجائے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

> ''جس نے اللہ ہی کے لیے کسی سے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی کی اور اللہ ہی کے لیے دیا اور اللہ ہی کے لیے روکا تو بلاشبہ اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔''

ایک اور حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قسم اللہ کی وہ مؤمن نہیں، قسم اللہ کی وہ مؤمن نہیں، قسم اللہ کی وہ مؤمن نہیں! عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کون مؤمن نہیں؟ آپ نے فرمایا وہ آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور آفتوں سے خائف رہتے ہوں۔''

امر بالمعروف و نہی عن المنکر دین اسلام کے اہم ترین واجبات میں سے ہے اور اسے لازمۂ ایمان بیان فرمایا گیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے جو شخص کوئی بری اور خلافِ شرع بات دیکھے تو لازم ہے کہ اگر طاقت رکھتا ہو تو اپنے ہاتھ (یعنی زورِ قوت) سے اسے بدلنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر اپنی زبان سے ہی اس کو بدلنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل میں ہی اسے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔''

قرآن مجید کی ایک ایک آیت اور نبی کریم ﷺ کی ہر ہر حدیث کی طویل تشریحات کی جاسکتی ہیں۔ عقل مندوں کو اشارہ کافی ہوتا ہے۔ یہ بات طے ہے کہ کامل مؤمن وہ ہوتا ہے جس کے ایمان کا اثر اس کے اعمال و اخلاق میں بھی نظر آئے۔ محض زبان سے کلمہ پڑھ لینا نفسِ ایمان کو تو ثابت کر دیتا ہے لیکن آگے ایمان کے جو تقاضے ہیں انہیں نبھانا اور انہیں اپنے پورے ڈھانچے پر نافذ کرنا بھی لازمی ہے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اسلام کے بارے میں مجھے کوئی ایسی جامع اور شافی بات بتایئے کہ آپ کے بعد پھر میں کسی سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھوں...... آپ نے ارشاد فرمایا:

''کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک اس پر قائم رہو'' (مسلم)

اس کا مطلب یہی ہے کہ بس اللہ ہی کو اپنا معبود برحق اور رب مان لو، اپنے آپ کو اس کا بندہ بنالو، پھر ایمان اور عبدیت کے تقاضوں کے مطابق اپنی پوری زندگی کو گزارنے کا دستور بنالو...... بس یہی کافی ہے۔ کہنے کو **اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ** ایک چھوٹا سا جملہ ہے مگر ذرا اس کے تقاضوں پر غور و فکر کر کے اور انہیں نباہ کے دیکھئے تو معلوم ہوگا کیسے کیسے شدائد و مصائب آپ کی راہ میں آتے ہیں۔ دین پر استقامت محض امرِ ربیّ کی اطاعت ہی نہیں بلکہ اخروی نجات و سعادتِ ابدی بھی اس کا حاصل اور ثمرہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَo اُولٰئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ. (حٰمٓ)

''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب ''اللہ'' ہی ہے اور پھر وہ اس پر ڈٹے رہے تو انہیں کوئی رنج و غم نہ ہوگا، وہ سب جنتی ہیں، اپنے اعمال کے بدلے میں وہ جنت ہی میں ہمیشہ رہیں گے۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پکے مؤمن اور اپنے سچے بندے بنالے اور ہمیں ظاہری و باطنی، فرحت و غم، مصائب و شدائد، تنگی و فراخی غرض ہر حالت میں دل و جان سے ایمانی تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)